فتاویٰ وَلْوَالَجِیَّة

وہ کتابیں اپنے آباء کی......اس عنوان کے تحت اسلام کے مصادر و مراجع میں سے کسی ایک کتاب کا تفصیلی تعارف پیش کیا جاتا ہے، اس بار فقہ حنفی کے مشہور فتاویٰ "فتاویٰ ولوالجیة" کا تعارف نذر قارئین ہے...............(مدیر)

مفتی محمد ساجد میمن

کچھ مصنف کے بارے میں:......آپ کا نام عبدالرشید بن ابوحنیفہ۔ **لقب:**......ظہیر الدین۔ **کنیت:**......ابوالفتح ہے۔ ولوالج کی طرف نسبت ہونے کی بناء پر آپ کو "ولوالجی" کہتے ہیں۔ "وَلْوَالِج" (واو کے فتحہ اور لام ثانی کے کسرہ کے ساتھ) بدخشان کی ریاست ہے جو کہ بلخ اور طخارستان کے عقب میں واقع ہے۔

یعقوب حموی فرماتے ہیں: "وأحسب أنها مدينة مزاحم بن سبطان وإليها ينسب أبوالفتح الوالجي". (معجم البلدان: ٥/٤٤١)

ولادت:......جمادی الاولیٰ ۴۶۷ھ میں ولوالج میں آپ کا ورودِ مسعود ہوا۔

ابتدائی تعلیم و اساتذہ کرام:......ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی، اس کے بعد مزید حصولِ علم کے لیے مختلف ممالک کا سفر کیا۔ ابوبکر قزاز محمد بن علی اور علی بن حسن برہان بلخی سے بلخ میں اور امام ابومحمد محمد بن ایوب قطوانی سے سمرقند میں فقہ کی تعلیم حاصل کی، پھر بخاریٰ تشریف لے گئے اور امام صدر شہید سے علم فقہ حاصل کیا۔

سمعانی کہتے ہیں: "کہ آپ نے امام ترمذی کی "شمائل ترمذی" ابوقاسم خلیلی سے ۴۹۱ھ میں پڑھی ہے۔

شمائل و عادات:......آپ کی عادات و شمائل کا تذکرہ کرتے ہوئے علامہ سمعانی کہتے ہیں:......" لقيته و سمعت منه و كان إمامًا فقيها فاضلًا حنفي المذهب حسن السيرة ". یعنی "میری ان سے ملاقات ہوئی ہے اور میں نے ان سے سماع بھی کیا ہے، آپ مذہب حنفی کے فقیہ، امامِ فاضل اور حسن سیرت کا نمونہ تھے۔"

وفات:......آپ کی تاریخ وفات کے بارے میں مختلف اقوال ہیں: (١)......٥٤٠ھ۔ (٢)......٥٤٠ھ۔ (٣)......یاقوت حموی فرماتے ہیں: "لا أدري متى مات". (معجم البلدان: ٥/٤٤١)

آثار علمیہ:......آپ کی دو تصنیفات کا ذکر ملتا ہے: (١)......إمالی (٢)...... فتاویٰ ولوالجیة، اس وقت یہی

کتاب ہمارے زیرِ تعارف ہے۔

(الفوائد البهية،ص:٩٤، الجواهر المضية:١/٣١٣، كشف الظنون :٢/ ٢٢٠،الأعلام:٣/٣٥٣ حدائق حنفيه،ص:٢٤٦)

مصنفِ فتاویٰ کی بابت ایک غلط فہمی کا ازالہ:......کتاب کے مصنف کی بابت بعض حضرات کو غلط فہمی ہوئی ہے، حاجی خلیفہ نے کشف الظنون :(۲/۲۲۰) میں "فتاویٰ ولوالجیہ" کا مصنف اسحاق بن ابی بکر ولوالجی متوفی ۷۱۰ھ کو قرار دیا ہے۔طبقات سنیہ، تاج التراجم اور أعلام:(۱/۲۹۴) میں بھی یہی قول مذکور ہے۔

اس کے برخلاف دوسرا فریق ہے جس نے اس کتاب کا مصنف علامہ عبدالرشید ولوالجی کو قرار دیا ہے۔علامہ لکھنویؒ نے "الفوائد البهية "(ص:۹۴) میں،ابوالوفاء نے "الجواهر المضية"(۱/۳۱۳) میں اور بغدادی نے "ہدیۃ العارفین" میں اسی قول کو ذکر کیا ہے۔

علامہ لکھنویؒ "الفوائد البهية "میں فرماتے ہیں:......"قال صاحب الكشف :الفتاوى الولوالجية لظهير الدين أبي المكارم إسحاق بن أبي بكر الحنفي المتوفى سنة عشرة و سبع مائة، أوّلها :الحمد لله جعل العلم حجة الإسلام...... وفيه خطأ من وجوه عديدة".(الفوائد البهية: ٩٤)

علامہ لکھنویؒ نے ان مختلف وجوہات کا تذکرہ نہیں کیا، بلکہ ان کی طرف صرف اجمالاً اشارہ کر دیا ہے، تحقیق و تدقیق کے بعد جو چند وجوہات سامنے آئیں، ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

(۱)......اسحاق بن ابوبکر کی شخصیت غیر معروف ہے، نہ ان کے اساتذہ کا پتہ ہے، نہ تلامذہ کا اور نہ ہی ہم عصروں کا، چند باتیں کشف الظنون میں حاجی خلیفہ نے ان کے متعلق ذکر کی ہیں۔

(۲)......اس کتاب میں جن مشائخ کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، وہ ۵۴۰ھ سے قبل کے ہیں اور ۵۴۰ھ کے بعد کے حضرات مشائخ کی کتابوں سے استفادہ نہیں کیا گیا، اگر اس کتاب کا مصنف اسحاق بن ابوبکر کو قرار دیا جائے تو ان کی وفات ۷۱۰ھ کی ہے، لہٰذا ۵۴۰ھ کے بعد کے مشائخ کی کتب سے استفادہ کرنے میں ان کے لئے کیا چیز مانع اور رکاوٹ بنی؟؟......

(۳)......عبدالرشید ولوالجی کے ہم عصر اور اساتذہ میں صدر شہید، ابومحمد قطوانی، ابوقاسم خلیلی، برہان بلخی وغیرہ حضرات ہیں، جو اس بات کی دلیل ہے کہ مصنف کا زمانہ ۵۴۰ھ کا ہے، نہ کہ ۷۱۰ھ کا۔اگر مصنف کو ۷۱۰ھ کا قرار دیا جائے تو مذکورہ حضرات سے ہم عصریت کیسے ثابت ہوگی؟......

(۴)......مصنفؒ کا سماع صدر شہیدؒ(متوفی ۵۳۶ھ) سے ثابت ہے، خود مصنفؒ نے اپنی اس کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے؟ نمبر(۱):......کتاب القضاء کی فصل ثالث میں۔ نمبر(۲):......کتاب القضاء کی فصل رابع میں۔

مقدمہ کتاب میں اسی بات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وکان الشیخ...... الصدر...... أشد الناس اهتماماً...... بتحریره...... فاتفق لخادمه المربوب فی بره وإنعامه أن یفصل ما أورده فی کتابه تفصیلاً"......(مقدمة الکتاب: ۱/۲۷)

ان تمام دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب کے اصل مصنف عبدالرشید ولوالجی ہیں، کیوں کہ جب ان کا سماع شیخ صدر شہیدؒ سے ثابت ہے تو صدر شہیدؒ کی وفات ۵۳۶ھ کی ہے...... لہٰذا اسحاق بن ابی بکر کو مصنف قرار دیا جائے تو صدر شہیدؒ سے ان کا سماع کیسے ثابت ہوگا؟......

مصادر ومراجع کتاب:......اس کتاب کی تدوین وتالیف میں مصنفؒ نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ہے ان کا تذکرہ مصنفؒ نے خود مقدمہ میں کردیا ہے، فرماتے ہیں:

"......وأن یضم إلیه ما اشتملت علیه کتب الإمام محمد بن الحسن رحمه الله مما لابدّ من معرفته لأهل الفتویٰ من قضایا الدین وأحکام الهدی لیکون کتاباً جامعًا لأصول الفقه وقواعده"......(مقدمة الکتاب :۲۸)

اس کے علاوہ جن کتب سے مصنف نے استفادہ کیا ہے، تحقیق ومطالعہ کے بعد جو کتب سامنے آئیں، وہ یہ ہیں:

(۱)......أدب القاضي: ابوجعفر طحاویؒ(۲)......مبسوط: ابوسھیل سرخسیؒ(۳)......الکافي: حاکم شہیدؒ (٤)......المنتقیٰ: حاکم شہیدؒ(۵)......مختصر العصام: صدر شہیدؒ(٦)......مختصر الطحاوي(۷)......مختصر القدوري (۸)...... مختصر الکرخي(۹)......شروح الزیادات(۱۰)......نوادر هشام(۱۱)......نوادر ابن سماعة (۱۲)......نوادر رستم (۱۳)......واقعات الناطفي(۱٤)......فتاویٰ صدر شہیدؒ، صغریٰ وکبریٰ۔

مصنف کا اسلوب وانداز:......سب سے پہلے "کتاب" کا عنوان قائم کرتے ہیں، پھر مسائل کو فصول میں تقسیم فرما کر ان فصول کی تعداد اجمالاً ذکر کرتے ہیں، اس کے بعد ہر ہر فصل کے مسائل کو الگ الگ ذکر کرتے ہیں، مثلاً: کتاب الطهارة...... هذا الکتاب (المبارك) اشتمل علی أربعة عشر فصلاً:

الفصل الأول: فی الحیاض، والآبار......الفصل الثاني: فی النجاسة التي تصیب الثوب والبدن......

الفصل الأول : فی الحیاض والآبار وغیر ذلك، أما الحیاض:......الخ

چنانچہ اسی فقہی طرز پر مصنف نے "کتاب الطهارة" سے "کتاب الفرائض" تک یہ کتاب مرتب کی ہے۔

پیش نظر نسخہ:......اس وقت ہمارے پیش نظر "دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان" کا شائع کردہ نسخہ ہے، جس پر تحقیق کے فرائض "شیخ مقداد بن موسیٰ فریوی" نے سرانجام دیئے ہیں۔ یہ نسخہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ کتاب کی ابتداء میں الشیخ خلیل المیس (مفتی زحلة والبقاع ومدیر ازہر لبنان) کی تقریظ بھی شامل ہے۔ کتاب کی ابتداء میں محقق نے ایک

مختصر سا مقدمہ لکھا ہے، جس میں ''فتاویٰ اور صاحب فتاویٰ'' کا تعارف ہے۔

کتاب پر تحقیق وتعلیق کے وقت محقق کے پیش نظر چار نسخے تھے:

(۱)...... ''مکتبۃ الاسد الوطنیہ اور مکتبہ ظاہریہ دمشق'' میں موجود نسخہ جو ۶۱۶۲ نمبر کے تحت مندرج ہے۔ یہ فتاویٰ ولوالجیہ کا مکمل مخطوطہ ہے، بقول محقق کے کہ اس میں بہت کم غلطی ہے اور بہت کم جگہوں پر عبارت رہ گئی ہے، اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ''ا'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

(۲)...... یہ مخطوطہ مکتبۃ الاسد میں ۸۲۹۷ نمبر کے تحت مندرج ہے۔ یہ نسخہ ناقص ہے، ابتداء سے لے کر کتاب الھبہ کے آخر تک ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے محقق ''ب'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

(۳)...... یہ مخطوطہ مکتبۃ الاسد میں ۸۳۰۲ نمبر کے تحت مندرج ہے۔ یہ نسخہ بھی ناقص ہے۔ کتاب البیوع سے اخیر تک ہے۔ کتاب البیوع سے قبل کا حصہ غائب ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ''ج'' کا رمز استعمال کرتے ہیں۔

(۴)...... یہ مخطوطہ جامعہ ام القریٰ میں ۳۰ نمبر کے تحت درج ہے، یہ دراصل فوٹو کاپی ہے۔ اس کا اصل نسخہ مکتبہ احمد ثالث میں ۸۳۷ نمبر کے تحت مندرج ہے۔ اس نسخہ کی ابتداء کتاب البیوع کی عبارت ''ھذا الکتاب اشتمل علی عشر صول......'' سے ہوتی ہے اور کتاب کے اختتام تک موجود ہے۔ اس کی طرف ''د'' کے رمز سے اشارہ کرتے ہیں۔

فاضل محقق نے کتاب کی تحقیق وتعلیق میں درج ذیل امور کا اہتمام کیا ہے:

(۱)...... نسخوں کے درمیان تقابل کیا ہے اور ان کے درمیان فرق کو واضح کیا ہے۔

(۲)...... قرآنی آیات کے حوالے پیش کئے ہیں اور انہیں ممتاز کرنے کے لئے پھول دار قوسین ﴿......﴾ میں ذکر کیا ہے۔

(۳)...... احادیث مبارکہ کی تخریج کی ہے اور انہیں بھی ممتاز کرنے کے لئے ڈبل قوسین ((......)) میں ذکر کیا ہے۔

(۴)...... کتاب میں مذکور اعلام کا تعارف ذکر کیا ہے۔

(۵)...... علاماتِ ترقیم لگانے کا بھی اہتمام کیا ہے۔

کتاب میں بعض جگہ فارسی اصطلاحات بھی ذکر ہیں۔ ان کی تعریب یا کسی قسم کی وضاحت نہیں کی گئی، اس بارے میں محقق اپنا عذر پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ومما صعب عليّ عمله في هذا السفر الضخم، ترجمة المصطلاحات الفارسية التي لم استطع ترجمتها، وقد عرّضتها على بعض الفارسين إيرانيين و عراقيين؛ فقالوا لي: بأنها لغة قديمة وهي مندثرة فلاحول ولاقوة الابالله العلي العظيم۔''(مقدمة التحقيق: ١/ ١٤)

☆......☆......☆